© rasailojaraid.com

مکتوب مولانا محمد عیسیٰ منصوری ''بہ سلسلہ اسلامی معاشرہ کو درپیش خطرات''

مکرمی ومحترمی جناب سید محمد کفیل بخاری صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاجِ گرامی بعافیت ہوں گے۔ دیگر ''نقیبِ ختم نبوت'' مئی کے شمارے میں بندہ کا مضمون 'اسلامی معاشرہ کو درپیش حقیقی خطرات'' کے عنوان سے چھپا تھا۔ بندہ نے بلاعنوان ہی ارسال کیا تھا۔ اس کو ہندو پاک اور لندن کے مختلف رسائل نے مختلف عنوانات سے چھاپا۔ ہمارے مولانا راشدی صاحب نے ''اسلامی تحریکات کا ہدف ریاست یا معاشرہ؟'' کے عنوان سے چھاپا۔ یہ عنوان میرے مدعا سے زیادہ قریب ہے۔ کئی دنوں سے بندہ کے دل ودماغ پر یہ سوال حاوی اور مستولی ہو گیا تھا اور شدید تقاضا تھا کہ اس موضوع پر اپنا نقطۂ نظر پیش کروں۔ بندہ نے آپ کو بھی ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا کہ ضرورت ہے اس پر کھلے طور سے مباحثہ ہوتا کہ تمام پہلو، نقطۂ نظر اور دلائل سامنے آسکیں۔ بندہ کے افکار وخیالات صحیح بھی ہو سکتے ہیں اور غلط بھی اگر ان کا خطا ہونا سامنے آجائے تو بندہ کو اپنی غلطی قبول کرنے سے کوئی عار نہیں ہوگا۔

بندہ نے اس مضمون میں درحقیقت عصر حاضر کی دو فکروں کو محور بنایا تھا۔ ایک بیسویں صدی کے نہایت قابل احترام مفکرین جناب سید قطب اور سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی فکر' جسے دنیا بھر میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں قبول عام حاصل ہوا ہے۔ خاص طور پر عرب دنیا میں تو اکثر خیر کے کاموں، دینی، دعوتی، تعمیری، مقامی کوششوں کے ڈانڈے اخوان سے جا ملتے ہیں لیکن حکومتِ الٰہیہ کے قیام کا اصل مطلوب ومقصود والی فکر اخوان کے بانی حسن البناء کی نہیں سید قطب شہیدؒ کی یا اسی وجہ سے حسن البناء کے بعد آپ کے جانشین اور اخوان کے مرشد عام جناب شیخ اسماعیل مضیبی نے اس فکر پر سخت تنقید کی تھی۔ غالباً اس کا عنوان دعاۃ لا قضاۃ (ریاست نہیں معاشرہ) تھا۔ اسی طرح مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے باوجود یہ کہ آپ سید مودودی صاحب کے نہایت قدردانوں اور آپ کی خدمات، کام اور مقام کے معترف تھے ''عصرِ حاضر میں دین کی تعبیر وتشریح لکھ کر اس بات کا خدشہ ظاہر کیا تھا۔ اس فکر سے کہیں دین کی گاڑی اس پٹڑی سے نہ اتر جائے جس پر رسول اللہ ﷺ ڈال کر گئے تھے (بندہ کے سامنے اس وقت اصل کتاب نہیں اس لیے الفاظ کے بجائے مفہوم لکھا ہے) دوسرے نظریہ ریاست (پاکستان) کی فکر۔ ایک حلقہ کی طرف سے اسے اس طرح دین کا مطلوب ومقصود بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ وہ قائداعظم کے اقوال کے سامنے ائمہ اربعہ محدثین حتیٰ کہ صحابہؓ سمیت کسی شخصیت کی بات خاطر میں نہیں لاتے۔ بندہ کے مخاطب یہی دو نظریات اور طبقے تھے۔

بندہ نے اس خدشہ کے پیشِ نظر بادلِ ناخواستہ ان حضرات (سید قطب، مولانا مودودی، قائداعظم اور علامہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقبال کا نام بھی تحریر کر دیا تھا۔ بعد میں مجھے بارہا خیال بھی آیا کہ مجھے نام کی تصریح کے بغیر محض فکر پر قلم اٹھانا چاہتے تھے۔ نام کی تصریح ایک طرح کی بدتہذیبی اور ذاتیات پر بات کرنا ہے۔ مگر میرا خدشہ درست ثابت ہوا۔ ہم میں کچھ لوگ نہ صرف اسلام کے ٹھیکیدار بلکہ فہمِ اسلام کے بھی اجارہ دار بنے ہوئے ہیں۔ اگر ان کی فکر ورائے راسخ کے خلاف کوئی فکر یا رائے سامنے آئے تو اس وقت تک انہیں چین نہیں آتا جب تک اس شخص کو پوری طرح جہنم رسید نہ کر دیں۔ چنانچہ جون کے ''نقیبِ ختمِ نبوت'' میں جناب مہدی معاویہ صاحب نے یہی کچھ کیا۔ موصوف کو بندہ کے مضمون میں انکارِ حدیث، انکارِ جہاد اور قرآن وحدیث کی نصوص اور اجماعِ امت کا کھلا انکار نظر آ گیا۔ ظاہر ہے ایسا شخص جو منکرِ حدیث، منکرِ جہاد اور قرآن وحدیث اور اجماعِ امت کا کھلا منکر ہو اسلام کے دائرے میں کیسے رہ سکتا ہے؟

بندہ نے اپنے مضمون میں دو باتوں پر زور دیا تھا:

(۱) معاشرہ کی تعمیر ریاست کے قیام پر مقدم ہے۔

(۲) قرآن وحدیث میں ریاست کے قیام کا کہیں واضح حکم نہیں۔

اب موصوف کو چاہیے تھا کہ وہ قرآن وحدیث سے دونوں باتوں یعنی معاشرہ کی تعمیر پر قیامِ ریاست یا خلافت کی برتری وترجیح اور خود ریاست کے قیام کے مکلّف ہونے پر اور اس جہد کی فرضیت وجوب پر قرآن وحدیث سے واضح دوٹوک الفاظ عبارت النص سے نہ کہ اشارۃ النص سے نقل فرما دیتے۔ بات ختم ہو جاتی مگر مہدی معاویہ صاحب نے یہ کیا کہ کچھ آیات نقل کر دیں، جن میں کہیں بھی ریاست کے قیام کا واضح حکم نہیں۔ اور جو احادیث نقل کیں ان میں زیادہ سے زیادہ فرد کو امام، خلیفہ، جماعت سے وابستہ رہنے اور انقیاد واتباع کا حکم ہے اور بعض اکابر کی عبارات درج کر دیں۔ اس موضوع پر ''الشریعہ'' میں خود مولانا راشدی صاحب کے قلم سے اس سے کہیں زیادہ بہتر اور اہم عبارات بارہا شائع ہو چکی ہیں۔ خلافت تو ہر مومن کے دل کا زخم اور آرزو ہے۔ اس سے کوئی صاحبِ ایمان کیسے انکار کر سکتا ہے۔ یہاں مسئلہ اسٹیٹ وریاست کے محض اسلام کے مطلوب بھی ہونے کا نہیں ہے۔ یوں تو سینکڑوں ہزاروں چیزیں اسلام کا مطلوب کہی جا سکتی ہیں۔ مثلاً کوئی کہہ سکتا ہے اسلام کا مطلوب مسواک بھی ہے۔ اسلام کا مطلوب داڑھی بھی ہے۔ اسلام کا مطلوب ختنہ کرنا بھی ہے، اسلام کا مطلوب نظافت بھی ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہاں زیرِ بحث مسئلہ یہ ہے کہ اسلام اور قرآن کا بنیادی مقصد اور نصب العین کیا ہے؟ قرآن نے اکثر انبیاء کی دعوت **یا قوم اعبداللّٰہ مالکم من الہ غیرہ** کے الفاظ سے نقل کی ہے۔ توحید اور عبادت دونوں سے اسلامی معاشرہ کی تعمیر ہوتی ہے۔ اسی بات کو قرآن نے سیکڑوں جگہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کے عنوان سے ذکر کیا اور اسی کو انسانی پیدائش کا مقصد قرار دیا **وما خلقت الجن والانس الالیعبدون**۔

مہدی معاویہ صاحب نے اسلامی حکومت یا خلافت کے لیے جن بزرگوں کی فہرست گنوائی ہے۔ ان میں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی نے اسلام کی نئی سیاسی تعبیر پیش نہیں کی تھی۔اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلامی اسٹیٹ یا حکومت کے لیے کوشش انتہائی عظیم کارِ خیر ہے اور اس کے لیے کوشاں شخص یقیناً اللہ کا مقرب بندہ اور اجر وثواب کا مستحق ہے۔اس میں دورائے نہیں ہوسکتی۔بندہ کو اختلاف دین کی سیاسی تعبیر سے ہے نہ کہ خلافت یا اسٹیٹ کے لیے جدوجہد سے۔بندہ سید قطب اور سید مودودی صاحبان کا دل سے قدر دان اور انھیں اپنی اپنی نیتوں کے اعتبار سے اجر وثواب کا مستحق سمجھتا ہے۔کھلی حقیقت ہے کہ ان حضرات کی بدولت ہزار ہا تعلیم یافتہ نوجوان کمیونسٹ ہونے سے بچ گئے اور مغربی تمدن سے متنفر ہوکر اسلام کے سب سے اعلیٰ نظام حیات کے قائل ہوئے۔میرے مضمون میں زیر بحث مسئلہ صرف یہ ہے کہ موجودہ دور بلکہ ہر دور میں دین کی سربلندی کے لیے کوششوں کی ترجیحات کیا ہوں۔غالباً کسی جگہ سیدنا حضرت حسنؓ کا مقولہ پڑھا تھا کہ اب اس امت میں کام علی سبیل الدعایہ (دعوت) ہوگا۔ہماری پوری تاریخ اس مقولہ پر شاہدِ عدل ہے۔سیدنا حضرت حسینؓ سے لے کر آج تک اوپر سے (اقتدار) نظام کی تبدیلی کی جتنی کوششیں ہوئیں بالعموم نتیجہ خیز نہیں ہوسکیں چونکہ کوشش کرنے والے اکابر خدا کے خاص الخاص مقرب بندے اور تقویٰ وسیرت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔اس لیے وہ درجۂ شہادت سے سرفراز ہوئے۔جنت کے اعلیٰ مقامات کے حق دار بن گئے۔مگر نظام میں تبدیلی نہیں آسکی لیکن دین کا جو کام نیچے سے (معاشرہ میں ایمان وعمل کی جدوجہد) سے شروع ہوا۔بالعموم ہر دور میں نتیجہ خیز رہا۔آج موجودہ صدی میں بھی جو دین کی چہل پہل اور چرچا ہے، وہ بھی زیادہ تر ایسی ہی کوششوں کا ثمرہ ہے جیسے حضرت مولانا محمد الیاسؒ، شیخ حسن البناؒ، مولانا مودودیؒ اور مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ وغیرہ وغیرہ۔اگرچہ ان سب حضرات نے دین کے بہت سے شعبوں میں کام کیا۔یہ حضرات داعی الی اللہ تھے۔

ابتداً ان منکرین کا کام بھی معاشرہ کی تعمیر واصلاح تھا۔سید مودودی صاحب نے ۱۹۵۷ء میں اپنی جدوجہد کو معاشرہ کی تعمیر سے ریاست کی طرف موڑا تھا۔چنانچہ حال ہی میں مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی دامت برکاتہم نے ارشاد احمد حقانی صاحب کے حوالے سے لکھا: ''بالآخر مولانا مودودی صاحب کو بھی احساس ہوگیا کہ وہ سراب کے پیچھے دوڑتے اور لوگوں کو دوڑاتے رہے ہیں۔چنانچہ مولانا نے اپنی جماعت کی شوریٰ میں اس مضمون کی ایک قرارداد پاس کرانی چاہی تھی کہ ہم پاکستان بننے کے بعد ایک غلط راستے پر چلتے رہے۔اب ضرورت ہے کہ اپنی صحیح راہ پر واپس آجائیں مگر یہ وقت ۱۹۷۲ء کا تھا۔مولانا کے قویٰ جواب دے رہے تھے۔وہ امارت بھی چھوڑ چکے تھے۔۱۹۵۷ء کا ماچھی گوٹھ والا رول اب ادا نہیں کرسکتے تھے۔رفقاء حامی نہ ہوئے اور وہ بے بس ہوکر رہ گئے۔اللہ مغفرت فرمائے۔

دوسرے موصوف (مہدی معاویہ) نے بندہ کی عبارت توڑ مروڑ کر مغالطہ دینے کی سعی لاحاصل کی ہے۔صرف ایک مثال ملاحظہ ہو: آپ نے بندہ کا ادھورا جملہ دوجگہ نقل کیا ہے۔''یہ تصور ہی ناقابل فہم اور گمراہ کن ہے۔'' اور موصوف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ بندے نے نا قابل فہم اور گمراہ کن خلافت یا اسلامی اسٹیٹ کے قیام کو کہا جبکہ بندہ نے یہ الفاظ دین کی تعبیر کے متعلق لکھے تھے۔ بندہ نے لکھا تھا:

''بعض اسلامی مفکرین نے اسلامی اسٹیٹ کے قیام کو قرآن اور اسلام کا نصب العین قرار دے کر پورے قرآن و اسلام کو اس فکری محور کے گرد اس طرح گھمایا کہ اسلام کی ایک نئی تعبیر سامنے آئی۔ جسے بجا طور پر سیاسی تعبیر کیا جا سکتا ہے......اس نئے نصب العین کی خاطر ان مفکرین کو اسلام کی پوری ترتیب بدلنی پڑی یعنی عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات، سیاست کی ترتیب کو برعکس کر کے اوپر سے یعنی سیاست سے شروع کرنا پڑا (اس تعبیر کے لیے قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں دیکھ لیں کہ ارکانِ اسلام نماز، روزہ، حج تک کو ایک ٹریننگ کورس کی حیثیت دی گئی)۔''

غرض بندہ نے مذکورہ الفاظ اسلام کی جدید تعبیر کے لیے استعمال کیے تھے۔ موصوف کم از کم میرا پورا جملہ ہی نقل فرما دیتے تو کسی کو غلط فہمی نہ رہتی کہ یہ الفاظ خلافت کے لیے کہے گئے یا جدید تعبیر کے لیے۔ میرے الفاظ یہ ہیں:

''ہمارے نزدیک اسلام جیسے واضح نصب العین رکھنے والے مذہب کے متعلق یہ تصور ہی نا قابل فہم اور گمراہ کن ہے کہ اس کی حقیقت و معانی یا نصب العین بیسویں صدی تک پردۂ اخفاء میں رہا۔''

مگر معلوم ہوتا ہے موصوف کا مقصد ہی مغالطہ دینا ہے۔ آخر میں موصوف نے بندہ کو اہل تبلیغ و دعوت، اہل خانقاہ، اہل جہاد، اہل سیاست کی قدر دانی، مدد و تعاون پر لیکچر دے ڈالا۔ گویا بندہ کے مضمون میں ان سب ہی کا انکار کر دیا گیا ہے۔

مہدی معاویہ صاحب' سب سے زیادہ الرجک دعوت کے امپائر سے معلوم ہوتے ہیں۔ بندہ نے اپنے مضمون میں لکھا تھا:

''موجودہ حالات میں ہمارے پاس واحد راستہ یہی رہ جاتا ہے کہ قرآن و اسلام نے پوری انسانیت کی بہبودی کا جو پیغام اور پروگرام دیا ہے' اس سے دنیائے انسانیت کو روشناس کرائیں اور خود عملی نمونہ بن کر جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے دعوت کا امپائر قائم کر کے تمام انسانیت کو دنیا و آخرت کی سرخروئی و سرفرازی کی یقینی راہ کی طرف بلائیں۔''

پتا نہیں ان الفاظ سے موصوف کو کیا تکلیف پہنچی۔ یہ تو ہر مسلمان کا مشن ہے **قل ھذہٖ سبیلی ادعو الی اللّٰہ علی بصیرۃ .انا ومن التبعنی** موصوف کا حال یہ ہے کہ بندہ کے مندرجہ ذیل الفاظ:

''صدیوں سے ہمارے مذہبی طبقہ کا دائرہ کار عقائد، عبادات اور نیک بننے کی مشق رہ گیا ہے۔'' میں اور ''دعوت کے امپائر میں'' تضاد ثابت کر رہے ہیں۔

غرض پورا مضمون تعمیری تنقید کے بجائے طعن و تشنیع سے مملوء ہے۔ مثلاً ایک جگہ بندہ کے متعلق خفقانی طبیعت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا حامل مغرب کے سامنے سپر انداز اور بوکھلایا ہوا ساتھ ہی سب سے خطرناک طبقہ میں شمار کیا ہے کیونکہ موصوف کے نزدیک بندہ مکہ و مدینہ کے بجائے لندن وواشنگٹن کی دعوت دے رہا ہے اور سیاست کی طرح مذہبی شعور کا منبع و مرکز بھی مغرب کو قرار دے رہا ہے۔ چنانچہ بندہ کی تحریر پر موصوف لغربۃ الاسلام کا فقرہ چسپاں فرماتے ہیں۔ یہی نہیں جناب مہدی معاویہ صاحب کے نزدیک بندہ کی بات ''جب بھی معاشرہ پر ایمان واسلام کا رنگ چڑھا تو خود بخود اسلامی سٹیٹ قائم ہوگئی'' اچھا خاصا بحول ہے حالانکہ یہ کھلی ہوئی بات ہے۔ اگر معاشرہ کی اکثریت دینی احکامات پر چلنے والی ہوتو وہ اپنے جیسے ہی شخص کو منتخب کرے گی اور اگر معاشرے کی اکثریت فساق وفجور احکامات الٰہی سے بے پرواہ اور خواہشات وشہوات کی پجاری ہے تو وہ اپنے جیسے شخص کو منتخب کرے گی۔ اس میں بھول کی کیا بات ہے؟

بندہ کو اس مضمون پر بہت سی آراء ملی ہیں۔ آپ کے لیے مولانا یحییٰ نعمانی مدیر ''الفرقان'' لکھنؤ کی رائے ارسالِ خدمت ہے تاہم ابھی مجھے انتظار ہے۔ ان احباب اور دوستوں کے تبصرے، تنقید، تجزیئے اور دلائل کا جو اس مضمون کے اصل مخاطب ہیں۔

بندہ نے طے کیا تھا کہ مہدی معاویہ صاحب کے مضمون پر خاموشی اختیار کروں گا۔ میرے نزدیک یہی اس کا جواب تھا۔ ایسی تحریروں کا جواب دینا بندہ کی عادت نہیں مگر بعض احباب کا شدید اصرار کہ اس پر کچھ وضاحت ضرور کروں اور جلدی لکھوں۔ اس لیے عجلت میں قلم برداشتہ یہ سطور تحریر ہیں۔ آج دوبارہ مہدی معاویہ صاحب کا مضمون پڑھ کر کافی تکدر رہوا تھا۔ اس لیے اگر ان کی شان میں گستاخی ہوگئی ہو تو پیشگی معافی کا خواستگو ار ہوں۔

مئی اور جون کا پہلا ہفتہ کافی مصروف گزرا۔ بنگلہ دیش، انڈیا اور ترکی کا سفر رہا۔ ترکی اور بنگلہ دیش میں دیگر علماء کے ساتھ مولانا سید سلمان الحسینی بھی ساتھ رہے۔ ترکی کے موجودہ حالات پر جلد ہی لکھ رہا ہوں۔ باقی احوال قابل شکر ہیں بندہ کی جانب سے حضرت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم کی خدمت عالیہ میں سلام مسنون اور حاضر الوقت احباب کی خدمت میں سلام مسنون اور دعا کی استدعا۔

فقط والسلام

محتاجِ دعا

محمد عیسیٰ منصوری غفرلہٗ

لندن۔ ۲۰ / جون ۲۰۰۶ء

☆......☆......☆

© rasailojaraid.com